بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن، وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِین۔

تین طلاق کا مسئلہ

حال ہی میں انٹرنیٹ کے ایک گروپ پر طلاق کے متعلق ایک فتوی پر مختلف حضرات کے تاثرات پڑھنے کو ملے۔ پڑھنے کے بعد محسوس ہوا کہ بعض حضرات طلاق کے معنی تک نہیں جانتے لیکن طلاق کے مسائل پر اپنی رائے لکھنے کو دینی فریضہ سمجھتے ہیں۔

میرے عزیز دوستوں! آپ کسی مسئلہ پر کسی عالم / مفتی کی رائے سے اختلاف کر سکتے ہیں مگر قرآن وحدیث کی روشنی میں مسئلہ سے واقفیت کے بغیر کسی فتوی / مسئلہ پر اپنی رائے ظاہر کرنا اور اسکو بلاوجہ موضوع بحث بنانا جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی مسئلہ آپکی سمجھ میں نہیں آرہا ہے تو آپ معتبر علماء سے رجوع فرمائیں، ممکن ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ان کی رائے بھی وہی ہو۔ اگر مسئلہ علماء کے درمیان مختلف فیہ ہے تو قرآن وحدیث کی روشنی میں اللہ سے ڈرتے ہوئے عالم / مفتی جو بات صحیح سمجھے گا اس کو تحریر فرمائے گا، خواہ آپ اس سے متفق ہوں یا نہیں۔

موضوع بحث مسئلہ (طلاق) پر گفتگو کرنے سے قبل نکاح کی حقیقت کو سمجھیں کہ نکاح کی حیثیت اگر ایک طرف باہمی معاملہ ومعاہدہ کی ہے تو دوسری طرف یہ سنت وعبادت کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔ شریعت کی نگاہ میں یہ ایک بہت ہی سنجیدہ اور قابل احترام معاملہ ہے جو اس لئے کیا جاتا ہے کہ باقی رہے یہاں تک کہ موت ہی میاں بیوی کو ایک دوسرے سے جدا کرے۔ یہ ایک ایسا قابل قدر رشتہ ہے جو تکمیل انسانیت کا ذریعہ اور رضائے الٰہی واتباع سنت کا وسیلہ ہے۔ اور یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کے ٹوٹنے سے نہ صرف میاں بیوی متاثر ہوتے ہیں بلکہ اس سے پورے گھریلو نظام کی چولیں ہل جاتی ہیں اور بسا اوقات خاندانوں میں جھگڑے تک کی نوبت آجاتی ہے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں میں طلاق سے زیادہ گھناؤنی اور کوئی چیز نہیں ہے۔ (ابوداؤد) اسی لئے علماء کرام نے فرمایا ہے کہ طلاق کا لفظ کبھی مذاق میں بھی زبان پر نہ لایا جائے۔

اسی لئے جو اسباب اس بابرکت اور مقدس رشتہ کو توڑنے کا ذریعہ بن سکتے ہیں انہیں راہ سے ہٹانے کا شریعت نے مکمل انتظام کیا ہے۔ چنانچہ میاں بیوی میں اختلاف کی صورت میں سب سے پہلے ایک دوسرے کو سمجھانے کے کوشش کی جائے، پھر زجر وتنبیہ (ڈانٹ ڈپٹ) کی جائے۔ اور اس سے بھی کام نہ چلے اور بات بڑھ جائے تو دونوں خاندان کے چند افراد مل کر معاملہ طے کرنے کی کوشش کریں۔ لیکن بسا اوقات حالات اس حد تک بگڑ جاتے ہیں کہ اصلاح حال کی یہ ساری کوششیں بے سود ہوجاتی ہیں اور رشتہ ازدواج سے مطلوب فوائد حاصل ہونے کے بجائے میاں بیوی کا باہم مل کر رہنا ایک عذاب بن جاتا ہے۔ ایسی ناگزیر حالت میں کبھی کبھی ازدواجی زندگی کا ختم کردینا ہی نہ صرف دونوں کے لئے بلکہ دونوں خاندانوں کے لئے باعث راحت ہوتا ہے، اس لئے شریعت اسلامیہ نے طلاق اور فسخ نکاح (خُلع) کا قانون بنایا، جس میں طلاق کا اختیار صرف مرد کو دیا گیا کیونکہ اسمیں عادتاً وطبعاً عورت کے مقابلہ فکر وتدبر اور برداشت وتحمل کی قوت زیادہ ہوتی ہے، جیسا کہ قرآن کی آیت ﴿وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾ (سورۃ البقرۃ ۲۳۸) ﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ﴾ (سورۃ النساء ۳۴) میں ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن عورت کو بھی اس حق سے یکسر محروم نہیں کیا گیا بلکہ اسے بھی یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ شرعی عدالت میں اپنا موقف پیش کرکے قانون کے مطابق طلاق حاصل کرسکتی ہے جس کو خُلع کہا جاتا ہے۔

مرد کو طلاق کا اختیار دے کر اسے بالکل آزاد نہیں چھوڑ دیا گیا بلکہ اسے تاکیدی ہدایت دی گئی کہ کسی وقتی وہنگامی ناگواری میں اس حق کا استعمال

نہ کرے۔ نیز حیض کے زمانہ میں یا ایسے طُہر (پاکی) میں جس میں ہم بستری ہو چکی ہے طلاق نہ دے کیونکہ اس صورت میں عورت کی عدت خواہ مخواہ لمبی ہو سکتی ہے۔ بلکہ اس حق کے استعمال کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ جس پاکی کے ایام میں ہم بستری نہیں کی گئی ہے ایک طلاق دے کر رک جائے، عدت پوری ہو جانے پر رشتہ نکاح خود ہی ختم ہو جائے گا، دوسری یا تیسری طلاق کی ضرورت نہیں پڑے گی اور اگر دوسری یا تیسری طلاق دینی ہی ہے تو الگ الگ طہر میں دی جائے۔۔۔۔ پھر معاملۂ نکاح کو توڑنے میں یہ لچک رکھی گئی ہے کہ دوران عدت اگر مرد اپنی طلاق سے رجوع کر لے تو نکاح سابق بحال رہے گا۔۔۔۔ نیز عورت کو ضرر سے بچانے کی غرض سے حق رجعت کو بھی دو طلاقوں تک محدود کر دیا گیا تا کہ کوئی شوہر محض عورت کو ستانے کے لئے ایسا نہ کرے کہ ہمیشہ طلاق دیتا رہے اور رجعت کر کے قید نکاح میں اسے محبوس رکھے جیسا کہ سورہ البقرہ کی آیات نازل ہونے سے پہلے بعض لوگ کیا کرتے تھے، بلکہ شوہر کو پابند کر دیا گیا کہ اختیار رجعت صرف دو طلاقوں تک ہی ہے۔ تین طلاقوں کی صورت میں یہ اختیار ختم ہو جائے گا بلکہ میاں بیوی اگر باہمی رضا مندی سے بھی دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو ایک خاص صورت کے علاوہ یہ نکاح درست اور حلال نہیں ہوگا۔ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَه (سورۂ البقرہ ۲۳۰) میں یہی خاص صورت بیان کی گئی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے تیسری طلاق دے دی تو دونوں میاں بیوی رشتہ نکاح سے منسلک ہونا بھی چاہیں تو وہ ایسا نہیں کر سکتے یہاں تک کہ یہ عورت طلاق کی عدت گزارنے کے بعد دوسرے مرد سے نکاح کرے، دوسرے شوہر کے ساتھ رہے، دونوں ایک دوسرے سے لطف اندوز ہوں۔ پھر اگر اتفاق سے یہ دوسرا شوہر بھی طلاق دیدے یا وفات پا جائے تو اس کی عدت پوری کرنے کے بعد پہلے شوہر سے نکاح ہو سکتا ہے۔ یہی وہ جائز حلالہ ہے جس کا ذکر کتابوں میں ملتا ہے۔

اب موضوع بحث مسئلہ کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ اگر کسی شخص نے حماقت اور جہالت کا ثبوت دیتے ہوئے ابغض الحلال طلاق کے بہتر طریقہ کو چھوڑ کر غیر مشروع طور پر طلاق دیدی مثلاً تین طلاقیں ناپاکی کے ایام میں دے دیں، یا ایک ہی طہر میں الگ الگ وقت میں تین طلاقیں دے دیں، یا الگ الگ تین طلاقیں ایسے تین پاکی کے ایام میں دیں جسمیں کوئی صحبت کی ہو، یا ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دے دیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تو اس کا کیا اثر ہوگا ؟؟؟

ابغض الحلال طلاق کے بہتر طریقہ کو چھوڑ کر مذکورہ بالا تمام غیر مشروع صورتوں میں تین ہی طلاق پڑنے پر تمام علماء کرام متفق ہیں، سوائے ایک صورت کے، کہ اگر کوئی شخص ایک مجلس میں تین طلاق دے دے تو کیا ایک واقع ہوگی یا تین۔ جمہور علماء کی رائے کے مطابق تین ہی طلاق واقع ہوں گی۔ فقہاء صحابہ کرام حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عمروؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ وغیرہ تین ہی طلاق پڑنے کے قائل تھے۔ نیز چاروں امام (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ) کی متفق علیہ رائے بھی یہی ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینے پر تین ہی واقع ہوں گی، جیسا کہ ۱۳۹۳ھ میں سعودی عرب کے بڑے بڑے علماء کرام کی اکثریت نے بحث ومباحثہ کے بعد قرآن وحدیث کی روشنی میں یہی فیصلہ کیا کہ ایک وقت میں دی گئی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوں گی۔ یہ پوری بحث اور مفصل تجویز مجلة البحوث الاسلامیه ۱۳۹۷ھ میں ۱۵۰ صفحات میں شائع ہوئی ہے جو اس موضوع پر ایک اہم علمی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس فیصلہ میں سعودی عرب کے جو اکابر علماء شریک رہے ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ (۱) شیخ عبدالعزیز بن باز (۲) شیخ عبداللہ بن حمید (۳) شیخ محمد الامین الشنقیطی (۴) شیخ سلیمان بن عبید (۵) شیخ عبداللہ خیاط

(۶) شیخ محمد الحرکان (۷) شیخ ابراہیم بن محمد آل الشیخ (۸) شیخ عبدالرزاق عفیفی (۹) شیخ عبدالعزیز بن صالح (۱۰) شیخ صالح بن غصون (۱۱) شیخ محمد بن جبیر (۱۲) شیخ عبدالمجید حسن (۱۳) شیخ راشد بن خنین (۱۴) شیخ صالح بن لحیدان (۱۵) شیخ محمد عقیل (۱۶) شیخ عبداللہ بن غدیان (۱۷) شیخ عبداللہ بن منیع۔ سعودی عرب کے هيئة كبار العلماء کا یہ فیصلہ اختصار کے ساتھ اس Link پر پڑھا جاسکتا ہے۔(http://islamtoday.net/bohooth/artshow-32-6230.htm)

نیز مضمون کے آخر میں بھی یہ فیصلہ مذکور ہے۔ سعودی عرب کے اکابر علماء نے قرآن وحدیث کی روشنی میں صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے اقوال کو سامنے رکھ کر یہی فیصلہ فرمایا کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے پر تین ہی واقع ہوں گی۔ علماء کرام کی دوسری جماعت نے جن دو احادیث کو بنیاد بنا کر ایک مجلس میں تین طلاق دینے پر ایک واقع ہونے کا فیصلہ فرمایا ہے، سعودی عرب کے اکابر علماء نے ان احادیث کو غیر معتبر قرار دیا ہے۔ نیز ہند، پاکستان، بنگلادیش اور افغانستان کے تقریباً تمام علماء کرام کی بھی یہی رائے ہے۔

لہذا معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ۱۴۰۰ سال سے امت مسلمہ (90-95%) اسی بات پر متفق ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی شمار کی جائیں گی، لہذا اگر کسی شخص نے ایک مجلس میں تین طلاقیں دیدیں تو اختیار رجعت ختم ہوجائے گا نیز میاں بیوی اگر باہمی رضامندی سے بھی دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو یہ نکاح درست اور حلال نہیں ہوگا یہاں تک کہ یہ عورت طلاق کی عدت گزارنے کے بعد دوسرے مرد سے نکاح کرے، دوسرے شوہر کے ساتھ رہے، دونوں ایک دوسرے سے لطف اندوز ہوں۔ پھر اگر اتفاق سے یہ دوسرا شوہر بھی طلاق دیدے یا وفات پاجائے تو اس کی عدت پوری کرنے کے بعد پہلے شوہر سے نکاح ہوسکتا ہے۔ یہی وہ جائز حلالہ ہے جس کا ذکر کتابوں میں ملتا ہے، جس کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ (سورۂ البقرہ ۲۳۰)

﴿نوٹ﴾: خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق ؓ کے زمانہ خلافت میں ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے پر بے شمار مواقع پر باقاعدہ طور پر تین ہی طلاق کا فیصلہ صادر کیا جاتا رہا، کسی ایک صحابی کا کوئی اختلاف حتی کہ کسی ضعیف روایت سے بھی نہیں ملتا۔ اس بات کو پوری امت مسلمہ مانتی ہے۔ لہذا قرآن وحدیث کی روشنی میں جمہور فقہاء کرام خاص کر (امام ابوحنیفہ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ) اور ان کے تمام شاگردوں کی متفق علیہ رائے بھی یہی ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینے پر تین ہی واقع ہوں گی۔

آخر میں تمام حضرات سے خصوصی درخواست کرتا ہوں کہ مسائل سے واقفیت کے بغیر بلاوجہ Email بھیج کر لوگوں میں Confusions پیدا نہ کریں۔ علماء کرام کے متعلق کچھ لکھنے سے قبل قرآن کریم میں علماء کرام کے متعلق اللہ جل شانہ کے فرمان کا بخوبی مطالعہ فرمائیں: اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاؤُ (سورۂ فاطر ۲۸) اللہ تعالیٰ کے بندوں میں علماء کرام ہی سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔

دوسری درخواست یہ ہے کہ اس موضوع پر اگر کوئی سوال ہے تو گروپ پر بھیجنے کے بجائے کسی عالم سے رجوع فرمائیں۔

محمد نجیب قاسمی (najeebqasmi@yahoo.com)

سعودی عرب کی مجلس کبار علماء کا فیصلہ

تین طلاق دینے سے تین ھی طلاق پڑتی ھے

ابتدائیہ: وہ فروعی اور اختلافی مسائل، جن پر اصرار اور تشدد کو ہمارے ملک کے غیر مقلدین نے اپنا شعار بنا رکھا ہے، ان میں سے ایک مسئلہ تین طلاق کے ایک ہونے کا ہے۔ انہیں اصرار ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق ایک ہی ہوتی ہے، یہ مسئلہ آج کل فرقہ پرست اور مسلم دشمن عناصر کے ہاتھوں میں کچھ اس طرح پہونچ گیا ہے، کہ انہوں نے اس کو مسلم پرسنل لاء میں تحریف وترمیم کے لئے نقطۂ آغاز سمجھ لیا اور عنوان یہ بنایا گیا کہ اس کے ذریعہ سے مسلم معاشرہ کی اصلاح ہو سکے گی، پھر اسی بنیاد پر یہ مشورہ دیا جانے لگا کہ جب قدیم فتاویٰ سے انحراف کر کے طلاق کے مسئلہ میں نیا راستہ اختیار کیا جا سکتا ہے، تو کیوں نہ دوسرے مسائل پر بھی غور کیا جائے، حد تو یہ ہے کہ اس خالص علمی وفقہی مسئلہ کو اخبارات نے بازیچۂ اطفال بنا دیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک فتنہ ہے۔

سعودی عرب کی ہیئت کبار علماء نے اپنے ایک اجلاس میں موضوع کے تمام گوشوں پر بحث ومناقشہ کر کے فیصلہ کیا ہے کہ ایک لفظ سے دی گئی تین طلاق، تین ہی ہوتی ہے، یہ بحث ومناقشہ اور قرارداد ریاض کے مجلّہ البحوث الاسلامیة جلد اول کے تیسرے شمارہ میں شائع ہوئی ہے، اس بحث اور قرارداد کا ترجمہ اب سے چند سال پہلے محدث جلیل ابوالمآثر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کے ایما پر المجمع العلمی مئو کی جانب سے شایع ہوا تھا، چوں کہ غیر مقلدین سعودی عرب کو اپنا ہم مسلک سمجھتے ہیں اور عوامی سطح پر ان کو بطور حجت پیش کرتے ہیں، نیز اسلام دشمن عناصر بھی بعض مسائل میں مسلم ممالک کا حوالہ پیش کرتے ہیں، اس لئے موجودہ حالات کی نزاکت کے پیش نظر اسے دوبارہ شائع کیا جاتا ہے۔ خدا کرے یہ فتنہ ٹھنڈا ہو۔

مدیر المجمع العلمی

مخالفین کا نقطۂ نظر: مخالفین کی رائے میں بیک لفظ تین طلاق دینے سے ایک واقع ہوتی ہے، صحیح روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہی قول مروی ہے اور صحابۂ کرام میں حضرت زبیرؓ، ابن عوفؓ، علیؓ بن ابی طالب، عبداللہ بن مسعودؓ اور تابعین میں عکرمہ وطاؤس وغیرہ نے اسی پر فتویٰ دیا ہے۔ اور ان کے بعد محمد بن اسحٰقؒ، فلاسؒ، حارث عکلیؒ، ابن تیمیہؒ، ابن قیمؒ وغیرہ نے بھی اس کے موافق فتویٰ دیا ہے۔ علامہ ابن القیمؒ نے اغاثۃ اللہفان میں نہایت صفائی کے ساتھ یہ لکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے سوا اور کسی صحابی سے اس قول کی نقل صحیح ہم کو معلوم نہیں ہوئی۔ (اغاثۃ/۹/۱۷/ بحوالہ اعلام مرفوعہ/۳۰) ان کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان (البقرۃ:۲۲۹) ''طلاق دو مرتبہ ہے پھر خواہ رکھ لینا قاعدہ کے موافق خواہ چھوڑ دینا خوش عنوانی کے ساتھ''۔ آیت کی توضیح یہ ہے کہ مشروع طلاق جس میں شوہر کا اختیار باقی رہتا ہے، چاہے تو بیوی سے رجعت کرے یا بلا رجعت اسے چھوڑ دے، یہاں تک کہ عدت پوری ہو جائے اور بیوی شوہر سے جدا ہو جائے وہ دو بار ہے۔ ''مرتان'' کا معنی ''مرۃً بعد مرۃٍ'' ہے، خواہ ہر مرتبہ ایک طلاق دے یا بیک لفظ تین طلاق دے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ''دو مرتبہ'' کہا ہے "دو طلاق" نہیں کہا ہے۔ اس کے بعد اگلی آیت میں فرمایا: فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره (البقرۃ:۲۳۰) ''پھر اگر طلاق دیدے عورت کو تو پھر وہ اس کے لئے حلال نہ رہے گی، اس کے بعد یہاں تک کہ وہ اس کے سوا ایک اور خاوند کے ساتھ نکاح کر لے''۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ تیسری مرتبہ بیوی کو طلاق دینے سے وہ حرام ہو جاتی ہے، خواہ تیسری مرتبہ ایک طلاق دی ہو یا بیک لفظ تین طلاق دی ہو۔ اس تقریر سے معلوم ہوا کہ متفرق طور پر تین مرتبہ طلاق دینے کی مشروعیت ہوئی، لہٰذا ایک مرتبہ میں تین طلاق دینا ایک کہلائے گا اور وہ ایک سمجھا جائے گا۔

(۲) مسلمؒ نے اپنی صحیح میں بطریق طاؤس ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے: كان الطلاق الثلث علىٰ عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وابى بكرؓ وسنتين من خلافة عمرؓ طلاق الثلاث واحدة فقال عمر رضى الله عنه ان الناس قد استعجلوا فى امر كانت لهم فيه اناة فلو امضيناه عليهم فامضاه عليهم . ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد اور ابوبکرؓ کی خلافت اور عہد فاروقی کے ابتدائی دو سال میں تین طلاق ایک ہوتی تھی، پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا: لوگوں نے ایک ایسے معاملہ میں جس میں مہلت تھی عجلت سے کام لینا شروع کر دیا ہے، اگر ہم اسے یعنی تین طلاق کو نافذ کر دیتے تو اچھا ہوتا پس اسے نافذ کر دیا''۔ مسلم میں ابن عباسؓ کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ: ''ابوالصہباء نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ عہد

نبوی اور عہد صدیقی اور عہد فاروقی کے ابتدا میں تین طلاق ایک تھی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ہاں، لیکن جب لوگوں نے بکثرت طلاق دینا شروع کیا تو حضرت عمرؓ نے تینوں کو نافذ کر دیا''۔

یہ حدیث بیک لفظ تین طلاق کے ایک ہونے پر وضاحت کے ساتھ دلالت کرتی ہے اور یہ حدیث منسوخ نہیں ہے، کیوں کہ عہد صدیقی اور عہد فاروقی کے ابتدائی دو سال میں اس حدیث پر برابر عمل جاری رہا اور حضرت عمرؓ نے تین طلاق نافذ کرنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ لوگوں نے اس میں عجلت سے کام لینا شروع کر دیا ہے، انھوں نے نسخ کا دعوی نہیں کیا، نیز حضرت عمرؓ نے تین طلاق نافذ کرنے میں صحابۂ کرام سے مشورہ لیا اور کسی ایسی حدیث کے چھوڑنے میں جس کا نسخ حضرت عمرؓ کو معلوم ہو، صحابۂ کرام سے مشورہ نہیں کرتے۔

مخالفین کہتے ہیں کہ حدیث ابن عباسؓ کے جو جوابات دئے گئے ہیں، وہ یا تو پر تکلف تاویل ہے یا بلا دلیل لفظ کو خلاف ظاہر پر حمل کرنا ہے یا شذوذ و اضطراب اور طاؤس کے ضعیف ہونے کا طعن ہے لیکن مسلم نے جب اس حدیث کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، تو یہ طعن نا قابل تسلیم ہے۔ مسلمؒ نے یہ شرط رکھی ہے کہ وہ اپنی کتاب میں صرف صحیح حدیث ہی روایت کریں گے اور پھر اس حدیث کو مطعون کرنے والے اسی حدیث کے آخری حصہ ''**فقال عمرؓ إن الناس قد استعجلوا فی امر کانت لهم فيه اناة الخ**'' کو اپنے قول کی حجت بناتے ہیں اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حدیث کا آخری حصہ قابل قبول حجت ہو اور اس کا ابتدائی حصہ اضطراب اور راوی کے ضعف کی وجہ سے نا قابل حجت ہو۔ اور اس سے بھی زیادہ بعید بات یہ ہے کہ عہد نبوی میں تین طلاق کے ایک ہونے پر عمل جاری رہا ہو، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع نہ رہی ہو، جب کہ قرآن نازل ہو رہا تھا، ابھی وحی کا سلسلہ برابر جاری تھا اور یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے حضرت عمرؓ کے زمانے تک پوری امت ایک خطا پر عمل کرتی رہی ہو۔ انھیں پھس پھسی باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے فتویٰ کو ان کی حدیث کا معارض ٹھہرایا جائے، علماء حدیث اور جمہور فقہاء کے نزدیک بشرطِ صحت راوی کی روایت ہی کا اعتبار ہوتا ہے۔ اس کے خلاف اس کی رائے یا فتویٰ کا اعتبار نہیں ہوتا۔ یہ قاعدہ ان لوگوں کا بھی ہے جو ایک لفظ کی تین طلاق سے تین نافذ کرتے ہیں۔ لوگوں نے عہد فاروقی میں ایک لفظ کی تین طلاق سے تین نافذ ہونے پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے اور حدیث ابن عباسؓ کو اس اجماع کا معارض ٹھہرایا ہے، حالانکہ انہیں معلوم ہے کہ اس مسئلہ میں سلف سے خلف تک اور آج تک اختلاف چلا آ رہا ہے۔

حدیث زوجۂ رفاعہ قرظی سے بھی استدلال درست نہیں، اس لئے کہ صحیح مسلم میں ثابت ہے کہ انھوں نے اپنی بیوی کو تین طلاقوں میں سے آخری طلاق دی تھی اور رفاعہ نضری کا اپنی بیوی کے ساتھ اس جیسا واقعہ ثابت نہیں کہ واقعات متعدد مانے جائیں اور ابن حجر نے تعدد واقعہ کا فیصلہ نہیں کیا، انھوں نے یہ کہا ہے کہ اگر رفاعہ نضری کی حدیث محفوظ ہوگی، تو دونوں حدیثوں سے واضح ہوتا ہے کہ واقعہ متعدد ہے، ورنہ ابن حجرؒ نے اصابہ میں کہا ہے: ''..... لیکن مشکل یہ ہے کہ دونوں واقعہ میں دوسرے شوہر کا نام عبدالرحمٰن بن الزبیر متحد ہے''۔

(۳) امام احمد نے اپنی مسند میں بطریق عکرمہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے : **قال طلق رکانة بن عبد یزید اخو بنی المطلب امرأته ثلاثا فی مجلس واحد فحزن وعلیها حزناًشدیداً، قال فسأله رسول الله علیه وسلم کیف طلقتها؟قال طلقتها ثلاثا قال فقال فی مجلسٍ واحدٍ، قال :نعم ، فقال فانما تلک واحدة فارجعها ان شئت ، قال :فراجعها.** ''رکانہ بن عبد یزید نے اپنی عورت کو ایک مجلس میں تین طلاق دی پھر اس پر بہت غمگین ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا، تم نے کیسی طلاق دی ہے؟ کہا کہ تین طلاق دی ہے، پوچھا کہ ایک مجلس میں؟ انھوں نے کہا کہ ہاں! تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ صرف ایک طلاق ہوئی اگر چاہو تو رجعت کر سکتے ہو، ابن عباسؓ نے فرمایا کہ انھوں نے اپنی بیوی سے رجعت بھی کر لیا تھا''۔

ابن قیمؒ نے اعلام الموقعین میں کہا ہے کہ امام احمدؒ اس حدیث کے سند کی تصحیح و تحسین کرتے تھے۔ (حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص میں اس حدیث کو ذکر کر کے فرمایا ہے'' **وهو معلول ایضاً** ''یعنی مسند احمد والی حدیث بھی بہت مجروح وضعیف ہے (ص:۳۱۹) اور حافظ ذہبی نے بھی اس کو ابوداؤد ابن الحصین کے مناکیر میں شمار کیا ہے، پس اس حالت میں اگر اس کی اسناد حسن یا صحیح بھی ہو، تو استدلال نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ اسناد کی صحت استدلال کی صحت کو مستلزم نہیں۔ (اعلام مرفوعہ :

اور یہ جو مروی ہے کہ رکانہ نے لفظ ’’ بتـــــہ ‘‘ سے طلاق دی تھی، اسے احمدؒ، بخاریؒ اور ابوعبیدؒ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (امام شافعی، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم اور دارقطنی وغیرہ نے حضرت رکانہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے اپنی بی بی کو لفظ ’’ بتـــــہ ‘‘ کے ساتھ طلاق دی.....حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص/ ۳۱۹، میں لکھا ہے (صححہ ابوداؤد وابن حبان والحاکم) یعنی اس حدیث کو ابوداؤد، ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔ ابن ماجہ/ ۱۴۹، میں ہے کہ میں نے اپنے استاذ طنافسی کو یہ فرماتے ہوئے سنا ’’ ما اشرف هذا الحديث ‘‘ یہ حدیث کتنی شریف وبہتر ہے۔ (اعلام مرفوعہ/ ۱۱۔ العلامہ المحدث الاعظمی)

(۴) ابن تیمیہؒ، ابن قیمؒ وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں اور خلافت عمرؓ کے ابتدائی دوسال میں ایک لفظ کی تین طلاق سے ایک ہی سمجھا جاتا رہا اور جو فتاویٰ صحابۂ کرام سے اس کے خلاف مروی ہیں، وہ حضرت عمرؓ کے تین طلاق نافذ کرنے کے بعد کے ہیں۔ تین طلاق نافذ کرنے سے حضرت عمرؓ کا یہ ارادہ نہیں تھا کہ اسے ایک مستقل قاعدہ بناڈالیں جو ہمیشہ مستمر رہے، ان کا ارادہ تو یہ تھا کہ جب تک دواعی واسباب موجود ہیں، تین طلاق کو نافذ قرار دیا جائے، جیسا کہ تغیر حالات سے بدلنے والے فتاویٰ کا حال ہوتا ہے، اور امام کو اس وقت رعایا کی تعزیر کا حق بھی ہے، جس وقت ایسے معاملات میں جن کے کرنے اور چھوڑنے کا ان کو اختیار ہو، سوئے تصرف پیدا ہوجائے جیسا کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سزا کے طور پر غزوۂ تبوک میں شرکت نہ کرنے والے تین صحابہ کو ایک وقت تک اپنی بیویوں سے جدا رہنے کا حکم دیدیا تھا، باوجودیکہ ان کی بیویوں سے کوئی غلطی نہیں ہوئی تھی یا جیسے شراب نوشی کی سزا میں زیادتی، یا تاجروں کی ناجائز نفع اندوزی کے وقت قیمتوں کی تعیین، یا جان ومال کی حفاظت کے لئے لوگوں کو خطرناک راستوں پر جانے سے روکنا، باوجودیکہ ان راستوں پر ہر ایک کو سفر کرنا مباح رہا ہو۔

(۵) پانچویں دلیل یہ ہے کہ تین طلاق کو لعان کی شہادتوں پر قیاس کیا جائے۔ اگر شوہر کہے میں اللہ کی چار شہادت دیتا ہوں کہ میں نے اپنی عورت کو زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے، تو اسے ایک ہی شہادت سمجھا جاتا ہے، لہذا جب اپنی بیوی سے ایک مرتبہ میں کہا کہ میں تمہیں تین طلاق دیتا ہوں تو اسے ایک ہی طلاق سمجھا جائے گا اور اگر اقرار کا تکرار کئے بغیر کہے کہ میں زنا کا چار مرتبہ اقرار کرتا ہوں، تو اسے ایک ہی اقرار سمجھا جاتا ہے، یہی حال طلاق کا بھی ہے اور ہر وہ بات جس میں قول کا تکرار معتبر ہے، محض عدد ذکر کردینا کافی نہ ہوگا، مثلاً فرض نمازوں کے بعد تسبیح وتحمید وغیرہ۔

(شیخ شنقیطی نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے، اس لئے کے شوہر اگر لعان کی صرف ایک ہی شہادت پر اکتفا کرلے تو وہ کالعدم قرار دیدی جاتی ہے، جب کہ ایک طلاق کالعدم نہیں قرار دی جاتی، وہ بھی نافذ ہوجاتی ہے۔ (اضواء البیان، ۱/ ۱۹۵، بحوالہ مجلّہ البحوث)

<u>جمہور کا مسلک:</u> بیک لفظ تین طلاق دینے سے تین واقع ہوجائیں گی، یہ جمہور صحابہ وتابعین اور تمام ائمہ مجتہدین کا مسلک ہے اور اس پر انھوں نے کتاب وسنت اور اجماع وقیاس سے دلائل قائم کئے ہیں۔ ان میں سے اہم دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) **يـاايهـا الـنبـى اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن واحصوا العدة واتقوا الله ربكم لا تخرجو هن من بيوتهن ولا يخرجن الاّ ان ياتين بفاحشة مبينة وتلك حدود الله ومن يتعد حدود الله فقد ظلم نفسه لا تدرى لعل الله يحدث بعد ذلك امراً.** (الطلاق:۱)

’’اے نبی جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کو ان کی عدت پر طلاق دو اور عدت گنتے رہو اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے، ان کو ان کے گھروں سے مت نکالو اور وہ بھی نہ نکلیں، مگر جو صریح بے حیائی کریں اور یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں اور جو کوئی اللہ کی حدوں سے بڑھے تو اس نے اپنا برا کیا اس کو خبر نہیں کہ شاید اللہ اس طلاق کے بعد نئی صورت پیدا کردے‘‘۔ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے وہ طلاق مشروع کی ہے جس کے بعد عدت شروع ہو، تاکہ طلاق دینے والا بااختیار رہو، چاہے تو عمدہ طریقہ سے بیوی کو رکھ لے یا خوبصورتی کے ساتھ چھوڑ دے۔ اور یہ اختیار اگر چہ ایک لفظ میں رجعت سے پہلے تین طلاق جمع کردینے سے نہیں حاصل ہوسکتا، لیکن آیت کے ضمن میں دلیل موجود ہے کہ یہ طلاق بھی واقع ہوجائے گی، اگر واقع نہ ہوتی تو وہ اپنے اوپر ظلم کرنے والا نہ کہلاتا اور نہ اس کے سامنے دروازہ بند ہوتا، جیسا کہ اس آیت میں اشارہ ہے: **ومـن يتـق الله يجعل له مخرجاً.** مخرج کی تفسیر حضرت ابن عباسؓ نے رجعت کی ہے۔ ایک سائل کے جواب میں جس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی تھی، آپ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ’’**ومـن يتـق الـلـه يجعل له مخرجاً** ‘‘ اور تم نے اللہ سے

خوف نہیں کیا، لہذا میں تمہارے لئے کوئی خلاصی کی راہ نہیں پاتا ہوں، تم نے اللہ کی نافرمانی کی اور تم سے تمہاری بیوی جدا ہوگئی۔

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو شخص اپنی عورت کو تین طلاق دیدے، وہ خود پر ظلم کرنے والا ہے۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ تین طلاق سے ایک ہی واقع ہوتی ہے، تو اس کو اللہ سے ڈرنا نہیں کہا جاسکتا، جس کا حکم ''ومن یتق اللہ الخ '' میں دیا گیا ہے اور جس کا التزام کرنے سے خلاصی کی سبیل پیدا ہوتی اور نہ یہ ظالم کی سزا بن سکتی ہے، جو حدود اللہ سے تجاوز کرنے والا ہے تو گویا شارع نے ایک منکر بات کہنے والے پر اس کا اثر مرتب نہیں کیا، جو اس کے لئے عقوبت بنتا، جیسا کہ بیوی سے ظہار کرنے والے پر بطور عقوبت کفارہ لازم ہوتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تینوں طلاق نافذ کرکے طلاق دینے والے کو سزا دی ہے اور اس کے سامنے راستہ مسدود کردیا ہے، اس لئے کہ اس نے اللہ سے خوف نہیں کیا خود پر ظلم کیا اور اللہ کی حدود سے تجاوز کیا۔

(۲) صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: **ان رجلا طلق امرأته ثلاثا فتزوجت فطلقت فسئل النبی صلی اللہ علیه وسلم اتحل للاول؟ قال: لا حتی یذوق عسیلتها کما ذاق الاول.** ''ایک شخص نے اپنی بی بی کو تین طلاقیں دیدیں، اس نے دوسرے سے نکاح کرلیا، دوسرے شوہر نے قبل خلوت کے طلاق دیدی، آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ اب پہلے کے لئے حلال ہوگئی یا نہیں؟ فرمایا کہ نہیں تاوقتیکہ دوسرا شوہر پہلے کی طرح لطف اندوزِ صحبت نہ ہو، پہلے کے لئے حلال نہیں ہوسکتی''۔

بخاریؒ نے یہ حدیث ''**باب من اجاز الطلاق ثلاثاً** '' کے تحت ذکر کی ہے جس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے بھی اس سے یکجا تین طلاق ہی سمجھا ہے؛ لیکن اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ رفاعہ قرظی کے واقعہ کا مختصر ہے، جس کی بعض روایات میں آیا ہے کہ انھوں نے تین طلاقوں میں کی آخری طلاق دی۔ حافظ ابن حجرؒ نے اعتراض کو اس طرح رد کیا ہے کہ رفاعہ قرظی کے علاوہ بھی ایک صحابی کا ایسا ہی واقعہ اپنی بیوی کے ساتھ پیش آیا ہے اور دونوں ہی عورتوں سے عبدالرحمٰن ابن الزبیرؓ نے نکاح کیا تھا اور صحبت سے پہلے ہی طلاق دیدی تھی، لہذا رفاعہ قرظی کے واقعہ پر اس حدیث کو محمول کرنا بے دلیل ہے۔ اس کے بعد حافظ ابن حجرؒ نے کہا کہ ''اس سے ان لوگوں کی غلطی ظاہر ہوگئی جو دونوں واقعہ کو ایک کہتے ہیں،،۔

جب حدیث عائشہؓ کا حدیث ابن عباسؓ کے ساتھ تقابل کیا جائے تو دو حال پیدا ہوتے ہیں، یا تو دونوں حضرات کی حدیث میں تین طلاق مجموعی طور پر مراد ہے یا متفرق طور پر، اگر تین طلاق یکجائی مراد ہے تو حدیث عائشہؓ متفق علیہ ہونے کی وجہ سے اولی ہے، اور اس حدیث میں تصریح ہے کہ وہ عورت تین طلاق کی وجہ سے حرام ہوگئی تھی اور اب شوہر ثانی سے وطی کے بعد شوہر اول کے لئے حلال ہوسکتی ہے اور اگر متفرق طور پر مراد ہے تو حدیث ابن عباسؓ میں یکجائی تین طلاقوں کے واقع نہ ہونے پر استدلال صحیح نہیں ہے؛ اس لئے کہ دعوی تو یہ ہے کہ ایک لفظ کی تین طلاق سے ایک طلاق پڑتی ہے اور حدیث ابن عباسؓ میں متفرق طلاقوں کا ذکر ہے اور یہ کہنا کہ حدیث عائشہؓ میں تین طلاق متفرق اور حدیث ابن عباسؓ میں مجموعی طور پر مراد ہے، بلاوجہ ہے۔ اس کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

حضرت عائشہؓ کی مذکورہ حدیث کے علاوہ بھی بہت سی احادیث ہیں، جو یکجائی تین طلاق کے نافذ ہونے پر دلالت کرتی ہیں، ان میں سے:

۱- حضرت ابن عمرؓ کی حدیث ابن ابی شیبہ بیہقی، دارقطنی نے ذکر کی ہے۔

۲- حضرت عائشہؓ کی ایک حدیث دارقطنی نے ذکر کی ہے۔

۳- حضرت معاذ ابن جبلؓ کی حدیث بھی دارقطنی نے روایت کی ہے۔

۴- حضرت حسنؓ بن علیؓ کی حدیث بھی دارقطنی نے روایت کی ہے۔

۵- عامر شعبیؒ سے فاطمہ بنت قیسؓ کے واقعۂ طلاق کی حدیث ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔

۶- حضرت عبادہ بن صامت کی ایک حدیث دارقطنی و مصنف عبدالرزاق میں مذکور ہے۔

ان تمام احادیث سے تین طلاق کا لازم ہونا مفہوم ہوتا ہے، تفصیل کے لئے دیکھئے حضرت الاستاذ محدث جلیل مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی صاحب کا رسالہ اعلام مرفوعہ/۴ تا ۷۔

(۳) بعض فقہاء مثلاً ابن قدامہ حنبلیؒ نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ نکاح ایک ملک ہے، جسے متفرق طور پر زائل کیا جاسکتا ہے، تو مجموعی طور پر بھی زائل کیا جاسکتا ہے،

جیسا کہ تمام ملکیتوں کا یہی حکم ہے۔ قرطبی نے کہا ہے کہ جمہور کی عقلی دلیل یہ ہے کہ اگر شوہر نے بیوی کو تین طلاق دی، تو بیوی اس کے لئے اس وقت حلال ہوسکتی ہے، جب کسی دوسرے شوہر سے ہم صحبت ہو لے۔ اس میں لغۃً اور شرعاً شوہر اول کے تین طلاق مجموعی یا متفرق طور پر دینے میں کوئی فرق نہیں ہے، فرق محض صورۃً ہے جس کو شارع نے لغو قرار دیا ہے؛ اس لئے کہ شارع نے عتق، اقرار اور نکاح کو جمع اور تفریق کی صورت میں یکساں رکھا ہے۔ مولیٰ اگر بیک لفظ کہے کہ میں نے ان تینوں عورتوں کا نکاح تم سے کر دیا، تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے جیسے الگ الگ یوں کہے کہ اس کا اور اس کا نکاح تم سے کر دیا تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کہے کہ میں نے ان تینوں غلاموں کو آزاد کر دیا تو سب کی آزادی نافذ ہو جائے گی، جیسے الگ الگ یوں کہے کہ میں نے اس کو اور اس کو آزاد کیا تو سب کی آزادی نافذ ہو جاتی ہے۔ یہی حال اقرار کا بھی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جمع و تفریق میں کوئی فرق نہیں، زیادہ سے زیادہ یکجائی تین طلاق دینے والے کو اپنا اختیار ضائع کرنے میں انتہا پسندی پر ملازمت کا مستحق ٹھرایا جا سکتا ہے۔

(۴) بعض مخالفین کے علاوہ تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ ہازل کی طلاق حضرت ابو ہریرہؓ وغیرہ کی اس حدیث کی وجہ سے واقع ہو جاتی ہے جسے تمام امت نے قبول کیا ہے۔ ثلاث جدھن جد وھزلھن جد الطلاق والنکاح والرجعۃ . ''تین چیزیں ہیں جن کا واقعی بھی حقیقت ہے اور مذاق بھی حقیقت ہے ۔طلاق، نکاح اور رجعت''۔ مذاق میں طلاق دینے والے کا دل بھی قصد وارادہ کے ساتھ طلاق کا ذکر کرتا ہے، لہذا جو طلاق ایک سے زائد ہوگی، وہ مسمّٰی طلاق سے خارج نہیں ہوگی، بلکہ وہ بھی صریح طلاق ہوگی اور تین طلاق کو ایک سمجھنا گویا بعض عدد کو زیر عمل لا کر باقی کو چھوڑ دینا ہے، لہذا یہ جائز نہ ہوگا۔

(۵) یکجائی تین طلاق دینے سے تین واقع ہونا اکثر اہل علم کا قول ہے، اسی کو حضرت عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ اور ابن مسعودؓ وغیرہ اصحابِ رسول نے اختیار کیا ہے اور ائمہ اربعہ ابوحنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ اور احمدؒ کے علاوہ دوسرے فقہاء مجتہدین ابن ابی لیلیٰؒ، اوزاعیؒ وغیرہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ ابن عبدالہادیؒ نے ابن رجبؒ سے نقل کیا ہے کہ میرے علم میں کسی صحابی اور کسی تابعی اور جن ائمہ کے اقوال حلال وحرام کے فتویٰ میں معتبر ہیں، ان میں سے کسی سے کوئی ایسی صریح بات ثابت نہیں جو بیک لفظ تین طلاق کے ایک ہونے پر دلالت کرے، خود ابن تیمیہؒ نے تین طلاق کے حکم میں مختلف اقوال پیش کرنے کے دوران کہا:

دوسرا مذہب یہ ہے کہ یہ طلاق حرام ہے اور لازم ونافذ ہے، یہی امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا آخری قول ہے، ان کے اکثر تلامذہ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے، اور یہی مذہب سلفِ صحابہ وتابعین کی ایک بڑی تعداد سے منقول ہے''۔

اور ابن قیمؒ نے کہا: ''ایک لفظ کی تین طلاق کے بارے میں لوگوں کا چار مذہب ہے۔ پہلا مذہب یہ ہے کہ تین طلاق واقع ہو جاتی ہے۔، یہی مذہب ائمہ اربعہ، جمہور تابعین اور بہت سے صحابۂ کرام کا ہے۔

علامہ قرطبیؒ نے فرمایا: ''ہمارے علماء نے فرما کہ یا تمام ائمہ فتاویٰ ایک لفظ سے تین طلاق کے لازم ہونے پر متفق ہیں اور یہی جمہور سلف کا قول ہے''۔ ابن عربیؒ نے اپنی کتاب الناسخ والمنسوخ میں کہا ہے اور اسے ابن قیمؒ نے بھی تہذیب السنن میں نقل کیا ہے: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الطلاق مرتان (یعنی طلاق دو مرتبہ ہے) آخر زمانہ میں ایک جماعت نے لغزش کھائی اور کہنے لگے: ایک لفظ کی تین طلاق سے تین نافذ نہیں ہوتی، انھوں نے اس کو ایک بنا دیا اور اس قول کو سلف اول کی طرف منسوب کر دیا۔ علیؓ، زبیرؓ، ابن عوفؓ، ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ سے روایت کیا اور حجاج بن ارطاۃ کی طرف روایت کی نسبت کر دی؛ جن کا مرتبہ ومقام کمزور اور مجروح ہے، اس سلسلہ میں ایک روایت کی گئی جس کی کوئی اصلیت نہیں''۔ انہوں نے یہاں تک کہا ہے کہ: ''لوگوں نے اس سلسلہ میں جو احادیث صحابہ کی طرف منسوب کی ہیں، وہ محض افتراء ہے، کسی کتاب میں اس کی اصل نہیں اور نہ کسی سے اس کی روایت ثابت ہے''۔ اور آگے کہا: ''حجاج بن ارطاۃ کی حدیث نہ امت میں مقبول ہے اور نہ کسی امام کے نزدیک حجت ہے''۔

(۶) <u>حدیث ابن عباسؓ کے جوابات:</u> حضرت ابن عباسؓ کی اس حدیث پر کہ ''عہد نبوی، عہد صدیقی اور عہد فاروقی کے ابتدائی دو سال میں تین طلاق ایک تھی'' کئی اعتراضات وارد ہوتے ہیں، جن کی بنا پر اس حدیث سے استدلال کمزور پڑ جاتا ہے۔

(الف) اس حدیث کے سند ومتن میں اضطراب ہے، سند میں اضطراب یہ ہے کہ کبھی ''عن طاؤس عن ابن عباس'' کہا گیا، کبھی ''عن طاؤس عن ابی الصہباء عن ابن عباس'' اور کبھی ''عن ابی الجوزاء عن ابن عباس'' آیا ہے

متن میں اضطراب یہ ہے کہ ابوالصہباء نے کبھی ان الفاظ میں روایت کیا ہے: **الم تعلم أن الرجل كان اذا طلق امرأته ثلاثا قبل أن يدخل بها جعلوها واحدةً** . ''کیا آپ کو معلوم نہیں کہ مرد جب ملاقات سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاق دیتا تھا، تو لوگ اسے ایک شمار کرتے تھے''۔ اور کبھی ان الفاظ میں روایت کیا ہے: **الم تعلم ان الطلاق الثلاث كان على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم و ابى بكر وصدر من خلافة عمر واحدة** .

''کیا آپ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی دورِ خلافت میں تین طلاق ایک تھی''۔

(ب) حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرنے میں طاؤس منفرد ہیں اور طاؤس میں کلام ہے، اس لئے کے وہ حضرت ابن عباسؓ سے مناکیر روایت کرتے ہیں ۔قاضی اسماعیلؒ نے اپنی کتاب احکام القرآن میں کہا ہے کہ ''طاؤس اپنے فضل وتقوی کے باوجود منکر باتیں روایت کرتے ہیں اور انھیں میں سے یہ حدیث بھی ہے''۔ابن ایوب سے منقول ہے کہ وہ طاؤس کی کثرت خطا پر تعجب کرتے تھے۔ابن عبدالبر مالکی نے کہا کہ ''طاؤس اس حدیث میں تنہا ہیں''۔ابن رجب نے کہا کہ ''علماء اہل مکہ طاؤس کے شاذ اقوال کا انکار کرتے تھے''۔ قرطبی نے عبدالبر سے نقل کیا ہے کہ ''طاؤس کی روایت وہم اور غلط ہے، حجاز، شام اور مغرب کے کسی فقیہ نے اس پر اعتماد نہیں کیا ہے''۔

(ج) بعض اہل علم نے کہا ہے کے حدیث دو وجہ سے شاذ ہے، ایک تو اس وجہ سے کہ اس کی روایت کرنے میں طاؤس منفرد ہیں اور کوئی ان کا متابع نہیں۔امام احمدؒ نے ابن منصور کی روایت میں کہا ہے کہ ''ابن عباسؓ کے تمام تلامذہ نے طاؤس کے خلاف روایت کیا ہے'' جوزجانی نے کہا ہے کہ ''یہ حدیث شاذ ہے''۔ابن عبد الہادی نے ابن رجب سے نقل کیا ہے کہ ''میں نے بڑی مدت تک اس حدیث کی تحقیق کا اہتمام کیا، لیکن اس کی کوئی اصل نہ پاسکا''۔

شاذ ہونے کی دوسری وجہ وہ ہے جس کو بیہقی نے ذکر کیا ہے انہوں نے ابن عباسؓ سے تین طلاق لازم ہونے کی روایات ذکر کرکے ابن المنذر سے نقل کیا ہے کہ ''وہ ابن عباسؓ کے بارے میں یہ گمان نہیں کرتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے انھوں نے کوئی بات محفوظ کی ہو اور پھر اس کے خلاف فتویٰ دیں''۔ابن ترکمانی نے کہا کہ ''طاؤس کہتے تھے کہ ابوالصہباء مولیٰ ابن عباسؓ نے ان سے تین طلاق کے بارے میں پوچھا تھا؛ لیکن ابن عباسؓ سے یہ روایت اس لئے صحیح نہیں مانی جاسکتی کہ ثقات خود انھیں سے اس کے خلاف روایت کرتے ہیں اور اگر صحیح بھی ہو، تو ان کی بات ان سے زیادہ جاننے والے جلیل القدر صحابہ حضرت عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، ابن مسعودؓ، ابن عمرؓ وغیرہم پر حجت نہیں ہوسکتی''۔

حدیث میں شذوذ ہی کی وجہ سے دو جلیل القدر محدثوں نے اس حدیث سے اعراض کیا ہے۔امام احمدؒ نے اثرم اور ابن منصور سے کہا کہ میں نے ابن عباسؓ کی حدیث قصداً ترک کردی؛ اس لئے کہ میری رائے میں اس حدیث سے یکجائی تین طلاق کے ایک ہونے پر استدلال درست نہیں؛ کیوں کہ حفاظِ حدیث نے ابن عباسؓ سے اس کے خلاف روایت کیا ہے اور بیہقی نے امام بخاریؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حدیث کو اسی وجہ سے قصداً چھوڑ دیا، جس کی وجہ سے امام احمدؒ نے ترک کیا تھا اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ دو امام فن حدیث کو اسی وقت چھوڑ سکتے ہیں جب کہ چھوڑنے کا سبب رہا ہو۔

(د) حضرت ابن عباسؓ کی حدیث ایک اجتماعی حالت بیان کرتی ہے، جس کا علم تمام معاصرین کو ہونا چاہئے تھا اور متعدد طرق سے اس کے نقل کے کافی اسباب ہونے چاہئے تھے، جس میں اختلاف کی گنجائش نہ ہوتی، حالانکہ اس حدیث کو ابن عباسؓ سے بطریق آحاد ہی روایت کیا گیا ہے، اسے طاؤس کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا ہے، جب کہ وہ مناکیر بھی روایت کرتے ہیں۔

جمہور علماء اصول نے کہا ہے کہ اگر خبر آحاد کے نقل کے اسباب وافر ہوں، تو محض کسی ایک شخص کا نقل کرنا اس کے عدم صحت کی دلیل ہے۔صاحب جمع الجوامع نے خبر کے عدم صحت کے بیان میں اس خبر کو بھی داخل کیا ہے جو نقل کے اسباب وافر ہونے کے باوجود بطریق آحاد نقل کی گئی ہو۔ابن حاجبؒ نے مختصر الاصول میں کہا ہے:

''جب تنہا کوئی شخص ایسی بات نقل کرے، جس کے نقل کے اسباب کافی تھے، اس کے نقل میں ایک بڑی جماعت اس کے ساتھ شریک ہونی چاہئے تھی، مثلاً وہ تنہا بیان کرے کہ شہر کی جامع مسجد میں منبر پر خطبہ دینے کی حالت میں خطیب کو قتل کردیا گیا، تو وہ جھوٹا ہے، اس کی بات بالکل نہیں مانی جائے گی''۔

جس بات پر عہد نبوی، عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں تمام مسلمان باقی رہے ہوں، تو اس کے نقل کے کافی اسباب ہوں گے؛ حالانکہ ابن عباسؓ کے علاوہ کسی صحابی

سے اس کے بارے میں ایک حرف بھی منقول نہیں (اور اس کو بھی حضرت ابن عباسؓ نے ابوالصہباء کے تلقین کرنے پر بیان کیا ہے) صحابۂ کرام کی خاموشی دو بات پر دلالت کرتی ہے۔ یا تو حدیث ابن عباسؓ میں تینوں طلاقیں بیک لفظ نہ مانی جائیں؛ بلکہ اس کی صورت یہ ہے کہ بیک لفظ تین الفاظ میں تین طلاق دی گئی اور لفظ کا تکرار تاکید پر محمول کیا جائے، یا یہ حدیث صحیح نہیں، اس لئے کہ نقل کے کافی وسائل ہونے کے باوجود آحاد نے اسے روایت کیا ہے۔

(ر) جب ابن عباسؓ جانتے تھے کہ عہد نبوی، عہد صدیقی اور عہد فاروقی کے ابتدائی دور میں تین طلاق ایک سمجھی جاتی تھی، تو ان کے صلاح وتقویٰ، علم واستقامت، اتباع سنت اور برملا حق گوئی کے پیش نظر یہ نہیں سوچا جاسکتا کہ انھوں نے یکجائی تین طلاق سے تین نافذ کرنے میں حضرت عمرؓ کے حکم کی اتباع کی ہوگی۔ تمتع حج، دو دینار کے عوض ایک دینار کی خرید وفروخت، ام ولد کی خرید وفروخت وغیرہ کے مسائل میں حضرت عمرؓ سے ان کا اختلاف پوشیدہ نہیں، لہذا کسی ایسے مسئلہ میں وہ حضرت عمرؓ کی موافقت کیسے کرسکتے ہیں، جس کے خلاف وہ خود روایت کرتے ہوں، تمتع حج کے بارے میں حضرت عمرؓ سے ان کا جو اختلاف ہوا ہے، اس سلسلہ میں ان کا یہ مشہور قول ان کی برملا حق گوئی کی واضح دلیل ہے، انھوں نے فرمایا کہ: ''قریب ہے کہ تم پر آسمان سے پتھر برسیں، میں کہتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور تم لوگ کہتے ہو ابوبکر نے کہا، عمر نے کہا''۔

(س) اگر ابن عباسؓ کی حدیث کو صحیح بھی تسلیم کرلیا جائے، تو قرون اولیٰ میں صحابۂ کرام کے صلاح وتقویٰ، علم واستقامت اور غایت اتباع کو دیکھتے ہوئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انھوں نے تین طلاقوں کو ایک جانتے ہوئے حضرت عمرؓ کا حکم قبول کرلیا ہوگا، اس کے باوجود کسی سے بہ سند صحیح یہ ثابت نہیں کہ اس نے حدیث ابن عباسؓ کے مطابق فتویٰ دیا ہو۔

(ص) مخالفین کا کہنا ہے کہ حضرت عمرؓ نے تین طلاق سے تین کے نفاذ کا حکم سزا کے طور پر جاری کیا تھا؛ اس لئے کہ ایسے کام میں جس پر بڑے غور وفکر کے بعد اقدام کرنا چاہئے تھا، لوگوں نے عجلت سے کام لینا شروع کردیا تھا؛ لیکن یہ بات تسلیم کرنا موجب اشکال ہے، اس لئے کہ حضرت عمرؓ جیسا متقی عالم وفقیہ کوئی ایسی سزا کیسے جاری کرسکتا ہے، جس کے اثرات مستحق سزا تک ہی نہیں محدود رہتے؛ بلکہ دوسری طرف (یعنی بیوی کی طرف) بھی پہونچتے ہیں۔ حرام فرج کو حلال کرنا اور حلال فرج کو حرام کرنا اور حقوق رجعت وغیرہ کے مسائل اس پر مرتب ہوتے ہیں۔

مجلس کا فیصلہ: مجلس ہیئت کبار علماء نے جو فیصلہ کیا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

بعد دراسة المسئلة وتداول الرأى واستعراض الأقوال التى قيلت فيها ومناقشة ما على كل قول من إيراد توصل المجلس بأكثريته إلى اختيار القول بوقوع الطلاق الثلاث بلفظٍ واحدٍ ثلاثاً . (مجلة البحوث الإسلامية المجلد الأول ، العدد الثالث ، ص: ١٦٥)

مسئلہ موضوعہ کے مکمل مطالعہ، تبادلۂ خیال اور تمام اقوال کا جائزہ لینے اور ان پر وارد ہونے والے اعتراضات پر جرح ومناقشہ کے بعد مجلس نے اکثریت کے ساتھ ایک لفظ کی تین طلاق سے تین واقع ہونے کا قول اختیار کیا۔ لجنہ دائمہ نے تین طلاق کے مسئلہ میں جو بحث تیار کی ہے، اس کے اخیر میں مندرجہ ذیل اراکین مجلس کے دستخط بھی موجود ہیں۔

(۱) ابراہیم بن محمد آل الشیخ — صدر لجنہ

(۲) عبدالرزاق عفیفی — نائب صدر

(۳) عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن غدیان — عضو مجلس

(۴) عبداللہ بن سلیمان بن منیع — عضو مجلس

تنبیہ: اس مجلس کے جن علماء نے تین طلاق کو ایک قرار دیا ہے، انھوں نے صرف اس صورت کا یہ حکم بیان کیا ہے ''جب کوئی شخص یوں طلاق دے کہ میں نے تین طلاق دی (یا دیا)؛ لیکن جب کوئی یوں کہے کہ میں نے طلاق دیا، میں نے طلاق دیا، میں نے طلاق دیا، تو اس صورت میں وہ بھی نہیں کہتے کہ ایک طلاق پڑے گی''۔ (یعنی اس صورت میں ان کے نزدیک بھی تین طلاق واقع ہوگی)۔